3

دہریت اور الحاد کی رَو کو روکو

(فرمودہ ۱۶- جنوری ۱۹۳۱ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسے رنگ میں پیدا کیا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ انسان کیا تمام مخلوق کا تعلق آپس میں اس رنگ کا ہے کہ سب کی سب چیزیں ایک دوسرے پر سہارا لئے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے کی احتیاج رکھتی ہیں- یہ احتیاج اور ایک دوسرے پر سہارا لینا اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان کو کوئی تکمیل حاصل نہیں ہو سکتی جب تک اس کے گردوپیش کے حالات بھی درست نہ ہو جائیں- ایک کسان ملک کے دوسرے حالات سے ناواقف ہوتے ہوئے اپنے علاقہ میں ایک کھیت بوتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ اس نے وہ سارے سامان جو کھیت کی تکمیل کے لئے ضروری ہیں جمع کر لئے ہیں لیکن یکدم بارش آتی ہے ایسی بارش جو یا تو مٹی کو ایسا سخت کر دیتی ہے کہ اس سے بیج نکل ہی نہیں سکتا یا اگر نکلا ہوا ہوتا ہے تو کھیت میں پانی کھڑا ہو جانے کی وجہ سے گل سڑ جاتا ہے یا ایسی آندھی آتی ہے جس سے فصل گر جاتی ہے- زمیندار غریب نے جتنے سامان اس کے اختیار میں تھے جمع کر لئے مگر دور دراز مقامات پر ہونے والے تغیرات جن میں سے کوئی تو بحیرہ عرب میں ہوا اور کوئی خلیج بنگال میں ان میں اس کا کیا دخل تھا- دنیا کے دور کناروں پر دو چار پانچ بلکہ دس ہزار میل کے فاصلے پر بعض سامان ایسے پیدا ہوئے کہ سمندر سے زیادہ ابخرات اٹھے جن سے بادل بنے اور انہیں ہوائیں اس کے ملک میں لے آئیں- اور یہ جو ان علاقوں کے نام سے بھی واقف نہیں اس کی تمام سال کی محنت برباد ہو گئی- ان حالات میں ایک عقلمند زمیندار کسی طرح بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ

وہ باقی دنیا کے حالات اور واقعات سے مستغنی ہے۔ اگر دس ہزار میل دور سمندر کا اثر اس پر پڑ سکتا ہے اگر دور دراز کے جنگلوں سے وہ متأثر ہو سکتا ہے جہاں ٹڈی پل کر آتی ہے تو وہ کس طرح کہہ سکتا ہے کہ دنیا میں خواہ کچھ ہو اس پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ ہمارے ملک میں پچاس فیصدی سے زائد زمیندار ایسے ہونگے کہ جنہوں نے بلوچستان کا نام بھی نہ سنا ہو گا مگر وہاں کے جنگلوں میں ٹڈی پلتی ہے اور وہاں سے چل کر ان کے کھیتوں کو برباد کر جاتی ہے۔ پس اگر ایک زمیندار بلوچستان کے جنگلوں سے بھی مامون نہیں اور اگر وہ خلیج بنگال یا بحیرہ عرب کے تغیرات سے بھی مامون نہیں تو پھر کوئی انسان کس طرح خیال کر سکتا ہے کہ ہمسایہ اور اپنے گاؤں یا شہر کے لوگوں کے اخلاق اور عادات کا اس پر کوئی اثر نہ ہو گا۔ ہزاروں میل سے ریت کے ذرّات یا پانی آکر جب ایک زمیندار کے کھیت کو تہ و بالا اور اس کی محنت کو برباد کر سکتے ہیں تو انسان کے ہمسایہ میں جو طوفانِ بے تمیزی یا گناہوں کی لہر پیدا ہو رہی ہو اس سے وہ کس طرح محفوظ رہ سکتا ہے مگر انسان اپنی غفلت کی وجہ سے اسی بات کو دیکھتا ہے جو اس پر وارد ہو کر اسے جگا دیتی ہے۔ جس وقت ٹڈی آتی ہے اس وقت خیال کرتا ہے کہ کہیں پاس سے ہی آگئی ہو گی اور اسے یہ خیال بھی نہیں آتا کہ کتنی دور سے آئی ہے۔ بادل برستا ہے تو وہ خیال کرتا ہے چالیس پچاس میل سے آیا ہو گا۔ اسے یہ خیال بھی نہیں آتا کہ یہ کئی ہزار میل سے چلا آیا ہے۔ اور پھر بعض تو یہ خیال کرتے ہوں گے کہ شاید کوئی ایسی چیز ہے جس سے پانی گر پڑتا ہے وہ یہ نہیں جانتے کہ ایسے حالات کے ماتحت جو انسان کے قبضہ سے باہر ہیں سمندر کے ابخرات بعض خاص ہواؤں کے ذریعہ اڑ کر یہاں آتے اور برستے ہیں۔ غرض اگر انسان کی نظر جاتی ہے تو نہایت محدود دائرہ تک۔ اور کئی باتوں کی طرف تو اس کی نظر جاتی ہی نہیں۔ حالانکہ جس طرح ہزاروں میل پر ان سمندروں اور میدانوں سے تباہی کے سامان پیدا ہوتے ہیں اسی طرح قریب اور دور کے انسان سے بھی دوسرے انسان کی تباہی کے سامان پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

ایک زمانہ تھا کہ ہندوستان یورپ کے نام سے بھی واقف نہ تھا۔ عرب بھی اگرچہ واقف تو تھے مگر بھلا بیٹھے تھے۔ اپنے اپنے طریق اور رسومات کو لے کر سب اپنی اپنی جگہ بیٹھے ہوئے تھے اور خیال کرتے تھے کہ ہمیں ان طریقوں سے کون ہٹا سکتا ہے۔ آج سے پچاس سال قبل اگر ہندوستان کی اعلیٰ خاندان کی ایک مسلمان عورت کو کہا جاتا کہ برقعہ پہن کر سٹیشن پر چلی جاؤ تو وہ کبھی یہ بات نہ مان سکتی تھی۔ وہ ڈولی میں جاتی پھر پردہ تان کر گاڑی میں اسے داخل کیا جاتا۔ جس کی

تمام کھڑکیاں بند کردی جاتیں اور منزل پر پہنچ کر پھر اسی طرح اسے اتارا جاتا۔ اس وقت کسے خیال آسکتا تھا۔ کہ اس حالت میں کبھی تغیّر ہو جائیگا۔ مگر آج دیکھو ہزاروں میل سے ایک وباء آتی ہے اور اس کے ماتحت وہ ہندوستانی عورتیں جن کی نانیاں اور دادیاں ڈولی میں اپنے گھر میں آئیں اور پھر وہاں سے ان کے تابوت نکلے آج بے تکلفی سے مردوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے سڑکوں پر پھر رہی ہیں۔ اس وقت ہندوستانی مسلمان خیال کرتے تھے کہ ہم بالکل محفوظ ہیں کیونکہ اپنی رسوم اور رواج کو چھوڑنے کا کوئی خیال ہمارے دل میں نہیں مگر یہ کس طرح ممکن تھا کہ ایک انسان دوسرے سے اثر قبول نہ کرتا۔ جس طرح ہزاروں میل سے آئے ہوئے بادل اور ٹڈی فصل کو تباہ کردیتی ہے اسی طرح ہزاروں میل سے آئے ہوئے خیالات بھی ہمارے خیالات کو تباہ کرسکتے ہیں اور جب تک ہم ایک ایسا دائرہ نہ بنالیں جس سے کوئی چیز گذر نہ سکے ہم محفوظ نہیں رہ سکتے۔ یہ دائرے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک آسمانی اور ایک زمینی۔ آسمانی دائرہ تو یہ ہے کہ قریب کے زمانہ میں مامور کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہو یا اس کے ہاتھ میں ہاتھ دینے والوں کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہو یا ان کے ہاتھ میں ہاتھ دینے والوں سے تعلق پیدا کیا جائے یہ آسمانی دائرہ ہے جس میں آجانے والی جماعتیں باوجود شرارت اور بدی کی فراوانی کے زیادہ تر محفوظ رہتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی دستگیری فرماتا ہے۔ چنانچہ دیکھ لو آج ساری دنیا میں جو فسادات پھیل رہے ہیں احمدی جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے ان سے محفوظ ہے۔ ہم دوسرے لوگوں سے علم میں بڑھے ہوئے نہیں مگر وہ دہریت کی رَو میں ایسے بہے جا رہے ہیں کہ گویا وہ ایک ایسا پودا ہیں جس کی جڑیں نہیں اس کے مقابلہ میں احمدی جماعت میں بھی بے شک بعض کمزوریاں ہیں مگر پھر بھی وہ نمایاں طور پر ممتاز نظر آتی ہے۔ اور بہت ساری ہوائیں جو دنیا کو تباہ کر رہی ہیں احمدی جماعت محض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تعلق کی وجہ سے ان سے الٰہی حفاظت میں ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ[1] یعنی اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک نہیں کرے گا جس حالت میں کہ اے رسول تو ان میں ہے۔ اور نبی کے قرب کا زمانہ بھی اس کے ہونے کا ہی ہوتا ہے اور اس کی جماعت سے تعلق رکھنے والے اس کی خاص حفاظت میں ہوتے ہیں۔ سب سے بڑھ کر عذاب عقیدہ کی خرابی ہے اس کے مقابلے میں کوئی بھی عذاب کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ ایک شخص طاعون سے مر کر بھی جنت میں جاسکتا ہے مگر دہریت کی رَو میں بہہ کر جو مرتا ہے اس کا ٹھکانا جہنم ہی ہے۔ اور جب تک اس ہسپتال میں رہ کر اس کی صفائی نہ ہو جائے اس وقت

تک وہ اس مقام کو حاصل نہیں کر سکتا جس کے لئے اس کو پیدا کیا گیا تھا۔ پس حفاظت کا ایک ذریعہ تو نبی کا قرب ہے اور دوسرا ذریعہ قرآن کریم نے یہ بیان کیا ہے کہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ [2] یعنی جو لوگ بدی کے سامانوں کو تباہ کر ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں وہ بھی عذاب سے بچائے جاتے ہیں۔ استغفار کے معنے ڈھانپ دینے کے ہیں بدی کا بیج دنیا سے بالکل تو مٹایا نہیں جاسکتا کیونکہ جس طرح فرشتے دنیا میں نیکی کو قائم کرتے ہیں شیطان بدی کو قائم کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے اور جب تک انسان کو یہ اختیار ہے کہ بدی اور نیکی میں سے جو راستہ چاہے اختیار کرلے کوئی نہ کوئی ضرور شیطان کے ساتھ شامل ہوتا رہے گا مگر مؤمن کا کام یہ ہے کہ وہ بدی کو مٹانے کی کوشش کرتا ہے جس طرح گندگی کو بالکل تو نابود نہیں کیا جاسکتا لیکن گڑھا کھود کر اس میں ڈال کر اوپر سے مٹی ڈالی جاسکتی ہے اس طرح اس کی عفونت سے انسان بچ سکتا ہے۔ اسی طرح ہم بدی کو دنیا سے بالکل مٹا تو نہیں سکتے۔ مگر اسے دبا سکتے ہیں۔ پس دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ بدی کو دبایا جائے اور اسے پھیلنے سے روکا جائے۔ اس کا طریق یہی ہے کہ ان لوگوں کو جو بدی پھیلانے والے ہیں اپنے اندر شامل کر لیا جائے اور اس طرح ان کے بد ارادوں کو دور کر دیا جائے پس يَسْتَغْفِرُوْنَ سے مراد یہاں تبلیغ ہی ہے اور تباہی سے بچنے کے یہی دونوں طریق ہیں۔ ایک نبی کا قرب اور اس کی جماعت میں شمولیت یا یہ کہ کوشش کر کے بدی کو دبا دیا جائے اور جہاں یہ دونوں باتیں جمع ہوں وہ تو نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ہے۔ بے شک تباہی پھیلانے والی چیزوں کو اللہ کی مدد سے ہی دبایا جاسکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی مدد بھی انسانی اعمال سے وابستہ ہے۔ اگر کوئی شخص آگ میں ہاتھ ڈال کر منہ سے استغفار کرتا رہے تو اس کا ہاتھ جلنے سے بچ نہیں سکتا۔ آگ سے بچنے کا یہی طریق ہے کہ اس میں ہاتھ بھی نہ ڈالا جائے اور استغفار بھی کیا جائے۔ جو شخص آگ میں ہاتھ تو نہیں ڈالتا مگر استغفار بھی نہیں کرتا وہ بھی خطرہ میں ہے کیونکہ کوئی انسان محض اپنی کوشش اور سعی کے ذریعہ مصائب اور مشکلات سے نہیں بچ سکتا۔ دنیا میں جس قدر بیماریوں میں لوگ مبتلاء ہوتے ہیں کیا ان میں انسان اپنی مرضی سے مبتلاء ہوتا ہے اور ان کے جرمز Germs اپنے جسم میں خود داخل کرتا ہے۔ مثلاً ٹائیفائڈ کا کیڑا ہوتا ہے جس کے جسم میں داخل ہو اسے تپ محرقہ ہو جاتا ہے یا بعض عوارض کی وجہ سے ایسے جرمز Germs پیدا ہو جاتے ہیں جن سے نمونیہ ہو جاتا ہے۔ کیا کوئی شخص ایسا ہوتا ہے جو کوشش کر کے ان بیماریوں کے کیڑے اپنے جسم میں داخل کرلیتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ ہر ایک کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ جرمز Germs داخل نہ ہوں مگر انسان کی

انتہائی کوشش کے باوجود بھی غفلت کے وقت میں یہ اندر چلے جاتے ہیں۔ اگر تو انسان کا تمام وقت ہوشیاری ہی میں گذرے۔ تو بے شک وہ اپنی حفاظت کر سکتا ہے۔ لیکن اگر حقیقت یہ ہے کہ بعض اوقات اس پر غفلت کے بھی آتے ہیں اس لئے لازمی ہے کہ غفلت کے وقت میں اس کی حفاظت کرنے والا کوئی اور ہو۔ پس محفوظ رہنے کا طریق یہی ہے کہ ہوشیاری کی حالت میں تو انسان خود اپنی حفاظت کرے اور غفلت کے وقت میں کوئی ایسی ہستی اس کی حفاظت کرے جس پر غفلت نہیں آسکتی۔ ایسی ہستی خدا تعالیٰ ہی ہے اور استغفار دونوں طرف سے ہوتا ہے۔ اس کا ایک حصہ انسان کے اپنے ہاتھ میں ہے اور ایک حصہ خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ ایک کا نام تدبیر ہے اور ایک کا دعا۔ ہوشیاری کا حصہ تدبیر کا ہوتا ہے اور غفلت کا حصہ دعا کا۔ بعض نادان کہتے ہیں کہ جب تدبیر پوری پوری کرلی جائے تو پھر دعا کی کیا ضرورت ہے مگر وہ یہ نہیں سوچتے کہ انسان کہاں تک تدبیر کر سکتا ہے اور اس کی کتنی واقفیت اور کس حد تک رسائی ہے جس سے وہ تدبیر میں فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ بہت سی باتیں ایسی ہیں جو اس کے اختیار میں نہیں ان کا کیا علاج وہ کر سکتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول سنایا کرتے تھے کہ ریاست رامپور کے ایک وزیر کا ایک نہایت وفادار پٹھان نوکر تھا جو اپنی وفاداری کے بہت دعوے کیا کرتا تھا۔ کسی نے اسے کہا کہ تم اپنے آقا سے وفاداری کے دعوے تو بہت کرتے ہو مگر خدا تعالیٰ سے کوئی واسطہ اور تعلق تمہیں نہیں۔ وہ کہنے لگا کہ میں کسی خدا کو نہیں جانتا میرا خدا میرا آقا ہی ہے۔ میں بھوکا مرتا تھا میرے بیوی بچوں کے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں تھا خدا نے میری کوئی مدد نہ کی مگر اس نے مجھے کھانے کے لئے دیا یہی میرا خدا ہے۔ ایک دفعہ نواب صاحب کی تاج پوشی یا پیدائش کا دن تھا۔ اس تقریب پر وہاں جلسہ ہوا۔ شہر کے تمام لوگ جمع تھے اور وزیر صاحب لڈو بانٹ رہے تھے۔ ایک موقع پر جو لوگوں نے ہجوم کیا تو وزیر صاحب نے انہیں پیچھے ہٹانے کے لئے کوڑا ہلایا۔ جو اتفاق سے ایک پٹھان کو جا لگا جس کے شاید نواب صاحب سے رشتہ داری کے تعلقات بھی تھے۔ اس نے فوراً چاقو نکال لیا اور کہا تم نے میری ہتک کی ہے۔ اس پر وزیر اور سختی سے پیش آیا۔ پٹھان نے اس کے پیٹ میں چاقو مار دیا۔ یہ دیکھ کر اس پٹھان نوکر نے جو وفاداری کے بہت دعوے کیا کرتا تھا جلدی سے چاقو کو پکڑنے کے لئے جو ہاتھ مارا تو وہ اور زیادہ اندر گھس گیا جس سے موت واقعہ ہوگئی۔ تو بیسیوں باتیں انسان کے اختیار میں نہیں ہوتیں بلکہ ہر کام کا کچھ حصہ ہمارے ہاتھ میں ہوتا ہے اور کچھ نہیں۔ جو ہمارے ہاتھ میں ہوتا ہے اس کے لئے ہم تدبیر کر سکتے ہیں۔ مگر جو نہیں ہوتا اس کے لئے

دعا کے سوا کچھ نہیں کر سکتے اسی لئے خدا تعالیٰ نے یُسْتَغْفِرُوْنَ فرمایا ہے پس آفات سے نجات کے دو ذرائع ہی ہو سکتے ہیں۔ ایک نبی کے قرب کی دیوار ہے جس کے اندر جماعت محفوظ رہ سکتی ہے اور دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ انسان تدبیر سے بدی کو مٹادے اس کے لئے حتی الامکان کوشش کرے اور ساتھ ہی خدا تعالیٰ سے دعا بھی کرتا رہے جب یہ دونوں باتیں مکمل ہو جاتی ہیں تو انسان محفوظ ہو جاتا ہے۔ ورنہ اس کے بغیر وہ ہمیشہ خطرہ میں ہوتا ہے اور معلوم نہیں کہ کس وقت پاس سے ہی آگ پیدا ہو کر اسے تباہ کردے۔ پچھلے سال جب انہی دنوں میں ڈلہوزی گیا تو وہاں میں نے ایک رؤیا دیکھا کہ میں لاہور گیا ہوں اور کالجوں کے تمام طلباء میں دہریت پھیل رہی ہے اور معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ خدا کے متعلق مجھ سے سوال کرنا چاہتے ہیں میں دل میں خیال کرتا ہوں ہمیشہ میں یہ بات کہا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ مجھے قرآن سکھاتا ہے اور ہر اعتراض کا جواب سمجھاتا ہے یہ گروہ جو اس وقت کوشش کر رہا ہے کہ سوالات کر کے خدا تعالیٰ کی ہستی کو مشتبہ کردے اسے اس وقت کیا جواب دوں جو تسلی بخش ہو۔ میں جواب سوچتا ہؤا ٹہل رہا ہوں کہ اس عرصہ میں یکدم ایسا معلوم ہوا کہ آسمان سے میرے قلب میں ایک کھڑکی کھلی ہے جس سے مجھے اطمینان ہو گیا کہ ان کو اب میں سمجھا سکوں گا اس سے تھوڑی دیر کے بعد ان کا پیغام آیا کہ ہماری تسلی ہو گئی ہے اور اب ہم آپ سے کچھ نہیں پوچھنا چاہتے۔ خدا تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ اسی مہینہ میں اور پورے ایک سال کے بعد ایک غیر احمدی طالب علم کا مجھے خط آیا کہ اور تو تمام کام آپ کی جماعت اچھے کرتی ہے مگر یہ ٹھیک نہیں کہ آپ لوگ خدا کی ہستی کو منوانے کی کوشش کرتے ہیں ہم لوگ اب ایسی باتوں سے بالکل آزاد ہو چکے ہیں اور ہم نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ خدا کوئی نہیں۔ یہ ایک رَو ہے جو ممکن ہے ہمارے بچوں پر بھی اثر کرے لیکن اگر اسے ہم ابتداء میں ہی روک دیں تو وہ اس سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ جو مرض ہمارے ہمسایہ کے گھر میں پیدا ہو چکا ہو وہ ممکن ہے ہمارے گھر میں بھی آجائے طاعون اگر آج ہمسایہ کے گھر میں ہے تو عین ممکن ہے دو[2] روز بعد ہمارے گھر میں آجائے اگر ہمارے ہمسایہ کے کھیت میں ٹڈی ہے اور ہم اس کے ساتھ ملکر وہیں اسے تباہ کرنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے کھیت میں تو نہیں تو یہ سخت غلطی ہے اس کا کھیت کھا کر وہ ضرور ہمارے کھیت میں آئے گی۔ پس ضروری ہے کہ ہم سب مل کر اس رَو کا مقابلہ کریں یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ ہم اس سے محفوظ ہیں ہمیں کیا ضرورت ہے کہ اسے روکیں۔ ہمارے ملک میں ایک قصہ مشہور ہے کہ تین آوارہ نوجوان جن میں سے

ایک سید اور ایک مولوی اور ایک زمیندار تھا ایک باغ میں داخل ہوئے اور تمام میوے توڑ توڑ کر کھانے لگے۔ اتنے میں باغ کا مالک بھی آگیا مگر وہ اکیلا تھا اس نے سوچا کہ یہ تینوں مشٹنڈے ہیں اگر سختی کروں تو ممکن ہے مجھے ہی ماریں اس لئے حکمت سے کام کرنا چاہئے۔ اس خیال سے اس نے سید اور مولوی کو تو جُھک کر ادب سے سلام کیا اور کہا آپ کا تو یہ اپنا باغ ہے آپ آل رسول اور رسول اللہ کے گدی نشین ہیں جو کچھ بھی ہمارا ہے وہ آپ کا ہی ہے آپ کا تو حق تھا کہ جو چاہتے کرتے لیکن اس جاٹ کا کیا حق تھا اس نے میرا باغ کیوں اجاڑ دیا انہوں نے کہا ہاں ٹھیک ہے اس کا کوئی حق نہ تھا اس نے کہا تو پھر آپ دونوں انصاف کو مد نظر رکھتے ہوئے میری مدد کریں چنانچہ انہوں نے اسے مدد دی اور اس نے اسے خوب ہی مارا اور پھر باندھ دیا اسکے بعد وہ سید صاحب سے کہنے لگا کہ آپ تو آل رسول ہیں آپ کا تو یہ اپنا مال ہے مگر یہ مولوی جو دوسروں کو کہا کرتا ہے کہ کسی کی چیز کو ہاتھ نہ لگاؤ اس کا کیا حق تھا کہ میرے مال کو استعمال کرتا اس سے سید خوش ہو گیا اور یہ سمجھ کر کہ میرا مرتبہ بہت بلند ہے کہنے لگا ہاں ٹھیک ہے اس نے کہا تو میری مدد کیجئے اور اس کی مدد سے اس نے مولوی کو بھی خوب مارا اور پھر باندھ کر ایک طرف ڈال دیا آخر اس نے سید کو بھی گردن سے پکڑ لیا اور کہا بڑا آلِ رسول بنا پھرتا ہے رسول اللہ تو لوگوں کے حق دلوایا کرتے تھے تو کیسا سید ہے جو لوگوں کے باغ اجاڑتا پھرتا ہے اور اسے خوب اچھی طرح مارا۔ غرض پراگندگی سے بنا بنایا کام بھی خراب ہو جاتا ہے اور دشمن ایک ایک کر کے سب کو مار لیتا ہے اس لئے جماعت کا فرض ہے کہ مشترکہ کوشش سے اس رَو کو روک دے۔ ہر فرد کو چاہئے کہ اپنے گردو پیش کی تمام باتوں کا اچھی طرح سے خیال رکھے دہریت، پردہ اور سود وغیرہ کے متعلق جو بھی حالات ہوں ان پر پوری طرح نگاہ رکھے جس طرح ایک پہرہ دار ہر طرف دھیان رکھتا ہے اور صرف یہ خیال نہ کرے کہ ہم محفوظ ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہم میں تو یہ بیماری نہیں۔

طاعون سے بچنے کا طریق یہی ہے کہ اسے مٹا دیا جائے جو قوم اس پر تسلی کر لیتی ہے کہ دوسرے کے گھر میں ہی وباء ہے ہم میں نہیں وہ کبھی محفوظ نہیں رہ سکتی اگر ہمارے ہمسایہ کے گھر میں آگ لگی ہے تو دو گھنٹہ کے بعد ہمارے گھر میں بھی وہ ضرور آئیگی۔ پس ہمارا پہلا فرض یہ ہے کہ ہمسایہ کے گھر میں ہی آگ پر قابو پانیکی کوشش کریں نہ یہ کہ اپنے گھر میں آنے کے منتظر رہیں اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ دوسروں کے عقائد کو درست کریں تبھی ہماری نسلیں بھی محفوظ رہ سکتی ہیں اسی طرح پردہ کے متعلق ہندوستان میں یہ رَو پیدا ہو رہی ہے کہ اسے بالکل چھوڑ دیا جائے

ایسے لوگ اپنی پستی کا تمام الزام پردہ پر لگاتے ہیں حالانکہ جو پردہ ترک کر رہے ہیں وہ دل سے بھی دوسروں کے غلام بنتے جا رہے ہیں یعنی ذہنی اور روحانی غلامی اختیار کر رہے ہیں اور ہم جو پردہ ضروری سمجھتے ہیں اس سے آزاد ہیں کیونکہ ہم اس تہذیب کے سخت مخالف ہیں جسے وہ اپنی ترقی کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور ظاہری غلامی ہمارے نزدیک کوئی چیز نہیں۔ ظاہری حکومت آخر کسی نے تو کرنی ہے اگر ہندوستانیوں کی اپنی حکومت ہو تو بھی کیا سارے ہی حکمران ہونگے ایک حصہ ہی حکومت کریگا پس ظاہری غلامی کوئی چیز نہیں غلامی دراصل دماغی خطرناک ہوتی ہے۔ پس پردہ چھوڑنے والے پورے طور پر یورپ کے غلام بنتے جا رہے ہیں لیکن پردہ جس کے متعلق کہتے ہیں کہ اس نے انہیں زوال تک پہنچایا اسے مسلمانوں نے اختیار کرنے کے باوجود تمام دنیا کو فتح کر لیا تھا۔ رسول کریم ﷺ کی بیویاں پردہ کرتی تھیں مگر جنگوں میں بھی شامل ہوتی تھیں جنگِ صفین میں حضرت عائشہؓ خود کمان کرتی رہیں بڑے بڑے جرنیل بھی اس وقت پیچھے ہٹ گئے مگر وہ برابر میدان میں موجود رہیں پس اپنا نقص کسی اور طرف منسوب کرنا حماقت ہے۔ یہاں قادیان میں ہی پردہ ہے مگر یہاں کی عورتیں دوسری اقوام کی عورتوں کی نسبت زیادہ پڑھی ہوئی ہیں۔ میں نے ایک دفعہ معلوم کرایا تو پتہ لگا کہ اَن پڑھ لڑکیاں بہت کم ہیں مگر اَن پڑھ لڑکے بہت زیادہ ہیں مگر یہاں پردہ باقاعدہ ہے پھر کئی ایک لڑکیاں مولوی کا امتحان دے چکی ہیں کئی نے انٹرنس کا امتحان پاس کر لیا اور اب کئی ایف۔ اے کی تیاری کر رہی ہیں اس کے مقابلہ میں ان میں جو پردہ کی مخالف ہیں ابھی تک وہی جہالت اور تاریکی پھیلی ہوئی ہے بیشک ان کے پاس سامان زیادہ ہیں اور اگر وہ کوشش کریں تو ہم سے بڑھ جائینگی لیکن ان کی ترقی مال و دولت کیوجہ سے ہوگی نہ کہ پردہ چھوڑنے کے باعث۔ پھر یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ پردہ چھوڑنے والوں کو حکومت کی امداد بھی حاصل ہے پچھلے گورنر صاحب کی بیوی پردہ کی سخت مخالف تھیں حتیٰ کہ انہوں نے پردہ کلب میں جانا ترک کر دیا تھا کیونکہ وہ اسے ہتک سمجھتی تھیں۔ اور بہت سے مسلمانوں کی بیویوں نے محض اس وجہ سے پردہ ترک کر دیا کہ لاٹ صاحب کی بیوی کی ملاقات سے محروم نہ رہ جائیں۔ ہماری جماعت کے لوگوں کو یاد رکھنا چاہیئے ہمارا کام صرف وفات مسیح ہی منوانا نہیں بے شک یہ بھی بہت ضروری ہے مگر یہ رَو ئیں جو چل رہی ہیں دہریت اور اسلامی احکام سے روگردانی کی اور یہ کہ اسلام نے عورتوں کو حقوق نہیں دیئے ان کا مقابلہ کرنا بھی ہمارا فرض ہے۔ اور اس کا بہترین طریق یہ ہے کہ ہم عورتوں کی تعلیم کا پورا انتظام کریں۔ اگر ان عورتوں سے جو اسلامی احکام کی خلاف

درزی کرنے پر تُلی ہوئی ہیں ہم خود کہیں گے کہ یہ طریق تمہارے لئے مفید نہیں بلکہ نقصان رسان ہو گا۔ تو سابقہ اثرات کے ماتحت وہ ہماری بات نہیں سنیں گی اور کہہ دیں گی تم ظالم مرد ہو تم نے عورتوں کے حقوق غصب کر رکھے ہیں۔ لیکن اگر عورتیں جاکر انہیں کہیں گی کہ ہم علیٰ وجہ البصیرۃ اور تجربہ کی بناء پر کہتی ہیں کہ اسلام کی تعلیم اعلیٰ اور فائدہ بخش ہے تو اس کا ان پر اثر ہو گا۔ عورتوں کے متعلق جو رَو چلی ہے اس کا اگر مرد مقابلہ کریں گے تو اس کامیابی سے نہیں کر سکیں گے جس طرح صرف عورتیں کر سکتی ہیں۔ اگر عورتیں کہیں ہم اسلامی احکام کی پابندی کرتی ہوئی تمام حقوق سے فائدہ اٹھارہی ہیں تو ان کو خیال ہو گا کہ اگر یہ اٹھارہی ہیں تو ہم کیوں نہیں اٹھاسکتیں۔ اسی وجہ سے میں نے مجلس شوریٰ میں عورتوں کے حق رائے دہندگی کے متعلق سوال اٹھایا تھا۔ میں نے ۱۹۲۴ء میں ولایت سے ایک چٹھی لکھی تھی جس میں بتایا تھا کہ اب ہندوستان میں پردہ کے خلاف رَو چلے گی میرے اس وقت کے جو مضامین الفضل میں چھپے تھے ان میں یہ چٹھی بھی تھی۔ اب گزشتہ دو سال سے پردہ کے خلاف جو تحریک شروع ہو گئی ہے میں نے کئی سال قبل اس کے متعلق خبر دی تھی اور مجلس شوریٰ میں اسی وجہ سے حقوق رائے دہندگی کا سوال اٹھایا تھا کہ جس حد تک شریعت عورتوں کو حق دیتی ہے ہمارا فرض ہے کہ دیں تا انہیں اسلامی تعلیم سے ہمدردی پیدا ہو اور جب تک ان کے اندر یہ جذبہ پیدا نہ ہو وہ عورتوں کو اسلامی احکام پر چلنے کی دعوت نہیں دے سکتیں اور عورتوں میں تبلیغ نہیں کر سکتیں۔ تم میں سے کوئی یہ نہیں کہتا کہ مدرسہ احمدیہ یا جامعہ احمدیہ اُڑا دیا جائے کیونکہ سب جانتے ہیں کہ جب تک مبلغ نہ ہوں تبلیغ نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے مجلس شوریٰ کے موقع پر زور دیا جاتا ہے کہ مبلغین کی تعداد زیادہ کی جائے۔ پھر یہ کس طرح خیال کیا جاسکتا ہے کہ عورتوں میں اسلامی احکام کے خلاف جو رَو چل رہی ہے جب تک عورتیں تبلیغ کا کام نہ کریں اسے روکا جاسکتا ہے لیکن جو عورت خود اپنے کو مظلومہ سمجھے وہ دوسری کو کیا تبلیغ کر سکے گی۔ پس دونوں چیزیں ضروری ہیں عورتوں کو تعلیم بھی دی جائے اور ان کے حقوق بھی جو اسلام نے انہیں دیئے ہیں ہمیں چاہیئے خود ہی دے دیں تا ان کے اندر جوش پیدا ہو اور وہ اسلام کی جنگ اپنی جنگ سمجھ کر لڑیں۔ عورتوں کے جلسوں میں مرد تو تقریریں نہیں کر سکتے عورتیں ہی کر سکتی ہیں اور عورتوں کے جلسوں میں جو کچھ بیان کیا جاتا ہے اس کے نوٹ بھی عورتیں ہی لے سکتی ہیں اس لئے عورتوں کو ہی اس کام کے لئے تیار کرنا چاہیئے۔ اور انہیں جو حقوق اسلام نے دیئے ہیں دے دینے چاہئیں۔

پچھلے دنوں باہر سے ایک نوجوان یہاں آیا ہوا تھا۔ اس کا اپنی بیوی سے کچھ جھگڑا تھا۔ اس نے مجھے لکھا ایک بزرگ نے مجھے کہا ہے اگر تمہارا کہنا نہیں مانتی تو ڈنڈا لے کر سیدھا کرو یہ پڑھ کر مجھے تو شرم ہی آئی کہ کس طرح ایسے شخص کو بزرگ سمجھ رہا ہے جو بیوی کو مارنے کی تلقین کرتا ہے بزرگی اسلام کی تعلیم جاری کرنے میں ہے نہ کہ رد کرنے میں۔ ممکن ہے کوئی شخص بیوی کو مار کر چپ کرادے مگر وہ بیوی کو نہیں دراصل اسلام کو مارتا ہے۔ کیونکہ وہ عورت اور اس سے تعلق رکھنے والی دوسری عورتیں ایسے مذہب سے بیزاری کا اظہار کریں گی۔ پھر مارنے سے ممکن ہے اس کے گھر میں تو امن ہو جائے مگر وہ اسلام کے گھر کو اجاڑنے کی کوشش کرے گا۔ پس وہ بزرگ کہلانے والے اگر اس وقت یہاں موجود ہوں تو وہ سن لیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں بزرگ نہیں بلکہ خوردسے بھی چھوٹے ہیں۔ دنیا میں انصاف، عدل اور رحم سے ہی امن قائم ہو سکتا ہے جب تک یہ نہیں اس وقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی۔

غرض عورتوں کو تعلیم بھی دینی چاہئے، اچھی تربیت بھی کرنی چاہئے اور آزادی بھی جس حد تک اسلام نے دی ہے دینی چاہئے بلکہ اسلام نے تو آزادی ہی دی ہے اس لئے یوں کہنا چاہئے کہ جس حد تک اس نے قید کا حکم دیا ہے اس سے زیادہ کے لئے مردوں کو کوشش نہیں کرنی چاہئے کیونکہ جیسے دماغ ہمارے ہیں ویسے ہی عورتوں کے بھی ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ قادیان کے لوگ عموماً اور باہر کی جماعتیں خصوصاً اس طرف متوجہ ہوں گی۔ کئی کام ایسے ہیں جن میں مرکزی جماعت کو زیادہ توجہ دینی پڑتی ہے اور کئی ایسے ہیں جن میں باہر کی جماعتوں کو زیادہ متوجہ ہونا ضروری ہوتا ہے اور یہ بات زیادہ تر باہر کی جماعتوں سے تعلق رکھتی ہے۔ انہیں چاہئے کہ عورتوں کو پردہ وغیرہ کے مسائل اچھی طرح سمجھا کر اور پوری طرح مطمئن کرکے ان کے ذریعہ خلاف اسلام خیالات کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ اگر ہم نے مردوں پر فتح پانی ہے تو یقیناً عورتوں سے شکست نہیں کھاسکتے اور اگر عورتوں سے شکست کھاگئے تو مردوں پر ہماری فتح بھی جھوٹی ہوگی اس میں کیا شک ہے کہ مرد کو خدا تعالیٰ نے نسبتاً زیادہ قوت دی ہے اور اسے قوام ٹھہرایا ہے۔ پس اگر دلائل کے میدان میں ہم نے مردوں کو فتح کرلیا ہے تو یقیناً عورتوں کو بھی کرلیں گے۔ پس چاہئے کہ باہر کے شہروں کی جماعتیں اپنی عورتوں کو اچھی طرح اسلام سے واقف و آگاہ کرکے کوشش کریں کہ وہ دوسری عورتوں سے مل کر ان کے خیالات کی اصلاح کریں ورنہ اگر یہ رَو زیادہ بڑھی تو اس کا مقابلہ مشکل ہوگا۔ ابتداء میں جو کام آسانی سے ہو سکتا

ہے بعد میں بہت مشکل سے ہوتا ہے۔ اسی طرح دہریت کی رو مردوں میں پھیل رہی ہے اس کے متعلق تعلیم یافتہ لوگوں کو کوشش کرنی چاہئے۔ میرا منشاء ہے کہ ہستی باری تعالیٰ کے متعلق چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ شائع کئے جائیں اس لئے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں خصوصاً کالجوں کے طلباء کو کہ اپنے اپنے ہاں اپنی انجمنیں بنا کر ایسے ٹریکٹ منگوا کر تقسیم کریں۔ اور اگر ہم پورے زور سے کام کریں تو دہریت کا جوش تین چار ماہ میں ہی ٹھنڈا پڑ سکتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ سے زیادہ نمایاں اور ثابت شدہ چیز اور کوئی نہیں۔ لوگوں کو صرف دھوکا لگ جاتا ہے۔ اور اگر چھ سات ماہ تک بھی ہم اس رَو کا مقابلہ کریں تو اسے روک سکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے جو دلائل ہمیں دیئے ہیں ان کے مقابلہ میں کون ٹھہر سکتا ہے۔ پس تعلیم یافتہ لوگ اور خصوصاً کالجوں کے طلباء اپنی اپنی جگہ پر تیار ہو کر اطلاع دیں کہ وہ ایسے ٹریکٹوں کی اشاعتوں میں کہاں تک حصہ لے سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے آٹھ صفحات کا ایک ٹریکٹ ۱۳' ۱۴ روپیہ ہزار تک چھپ سکے گا اور لاہور میں میں سمجھتا ہوں۔ ڈیڑھ دو ہزار طلباء کالجوں میں ہوں گے۔ گویا چوبیس پچیس روپیہ میں ماہوار ان میں ایک ٹریکٹ تقسیم کیا جاسکتا ہے اور چھ سات ماہ میں ہی اس کا نمایاں اثر ظاہر ہو سکتا ہے۔ اسی طرح انگریزی میں بھی ایسے ٹریکٹ شائع کئے جائیں۔ تا مدراس ' کلکتہ ' رنگون وغیرہ مقامات پر جہاں اردو نہیں سمجھی جاتی انہیں تقسیم کیا جاسکے اور اس طرح اگر خدا تعالیٰ چاہے تو تھوڑے عرصہ میں ہی طلباء کے اندر ایک تغیرِ عظیم پیدا کیا جاسکتا ہے۔ جس سے وہ اسلام کے لئے بہت مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے محدود ذرائع کے باوجود اپنے غیر محدود فضل سے ہم سے زیادہ سے زیادہ کام لے اور ہمیں اس مقصد میں کامیاب کرے جس کے لئے ہم پیدا کئے گئے ہیں۔

(الفضل ۲۲۔ جنوری ۱۹۳۱ء)

۱؎ الانفال: ۳۴